قرآن وسیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں زندگی کا انداز

تحریر: طوبی شرف بتول[۱]

زیر نگرانی: ڈاکٹر غلام جابر محمدی[۲]

دریافت: ۲۰۱۳/۵/۱ انتخاب: ۲۰۱۳/۱۰/۲۸

خلاصہ

اللہ تعالی لوگوں کو احکام دین، ہدایت اور روحانی کمالات سکھانے کے لیے اپنے نیک بندوں، انبیاء، اولیاء، آئمہ معصومین علیہم السلام اور علماء کرام کو جسطرح مقرر کیا اسی طرح شیطان مردود نے بھی ان کے مقابلے میں اپنے چیلوں کو مذہب، تعلیم، سیاست، ثقافت کھیل و تفریح اور کاروبارِ زندگی میں مختلف بھیس اور حلیوں میں بھیجا ہے۔ لہٰذا انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے نفس کی تربیت کرے اور حیوانی صفات کو دور کرئے۔ اللہ تعالی جہاں قرآنِ مبین میں یہ ارشاد فرماتا ہے کہ "شیطان کا بس صرف ان لوگوں پر چلتا ہے جو اسکو سرپرست بناتے ہیں"۔ [النحل/ ۱۰۲] ۔ وہیں یہ بھی فرماتا ہے کہ شیطان میرے بندوں کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا،، [الحجر/ ۴۲] اللہ نے اس کائنات کو بغیر ہادی و رہنما نہیں چھوڑا۔ ہر دور کے انسان کی رہنمائی کے لیئے انبیاء، زمانے کی ضرورت کے لحاظ سے بھیجے۔ شیطانی صفات کو دور کرنے کے لیے سب سے بہترین نمونہ قرآن اور سیرت نبوی ﷺ ہیں۔

اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ شیطان کبھی بھی حرام یا ناجائز کام خود نہیں کرواتا بلکہ وہ حرام کے نزدیک لے جا کے چھوڑ دیتا ہے۔ اگر انسان پر گناہ کی کشش زیادہ حاوی ہو جاتی ہے تو خود اس گناہ کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے لہٰذا اس کشش (جو گناہ کی طرف ہوتی ہے) سے بچنے کے لیے نفس کا تزکیہ ضروری ہے۔ اپنے نفس کے تزکیہ کی ضرورت کے پیشِ نظر اس موضوع کو تحقیق کے لیے انتخاب کیا گیا۔

کمال یہ نہیں کہ انسان آنکھوں کے نہ ہونے پر گناہ سے اپنے آپ کو بچالے۔ ہاتھوں کے نہ ہوتے ہوئے حرام کام نہ کرئے۔ پاؤں کے نہ ہوتے ہوئے قدم گناہ کی طرف بڑھا نہ پائے۔ بلکہ گناہ کے قابل ہوتے ہوئے اور نفس کے اکسانے پر بھی اپنے آپکو ناجائز کاموں سے روکنا ہی بڑی کامیابی ہے۔ عمر کے ابتدائی حصے میں ہی اپنے آپ کو چھوٹی گمراہیوں سے بچائیں گے تو ہی آگے جا کر اپنی عملی زندگی میں حق کا ساتھ دے پائیں گے۔

کلیدی الفاظ: ذاتی زندگی، مرد و زن کا اختلاط، اسراف، جائز مزاح، لھو الحدیث، مشاغل۔

تمہید

اللہ رب العزت نے کائنات کو خلق کیا اور کئی سو سورج اور نظامِ شمسی ہمارے سورج اور نظامِ شمسی جیسے بنائے۔ ان کو چلانے کے لیے ان میں نظم و نسق قائم کیا۔ یہ نظم و نسق نہایت ہی منظّم ہے۔ ہر ایک ذرہ منظّم قاعدہ کے مطابق چل رہا ہے۔ اگر ایک ذرہ بھی اپنے طے شدہ راستے سے ہٹ کر حرکت کرتا ہے تو پورا نظام متاثر ہو جاتا ہے۔ کچھ ہی مثال معاشرے میں رہنے والے انسانوں کی ہے۔ اگر ایک شخص بھی اللہ کی مقرر کردہ راہ سے ہٹتا ہے۔ تو پورے معاشرے کا نظام بگڑنے لگتا ہے۔ انسان کا اپنی ذاتی زندگی کو سدھارنا کتنا ضروری ہے اسکا اندازہ اس بات سے ہی ہو جاتا ہے کہ معاشرہ بنتا ہی افراد سے مل کر ہے۔ اور اگر ہر فرد اپنی زندگی کو قرآن و سنت نبوی ﷺ کی روشنی میں بسر کرئے تو پورا معاشرہ ایک مثالی معاشرہ بن سکتا ہے۔

۱- طالبہ: بیچلرز کورس، tubasharf@ymail.com.

۲- انچارج: بیچلرز کورس، muhammadi2006@gmail.com.

انسان اپنے ابتدائی مرحلے سے ہی جس چیز کا سب سے زیادہ ضرورت مند ہے وہ خوراک ہے۔ یہ اسکی بنیادی ضرورت ہے۔ انسان کا پیشہ چاہے کچھ بھی ہو اسکا اصل ہدف خوراک اور پھر پہننے کا لباس اور رہائش ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ان سب چیزوں کے لیے پیشے میں موجود لوگوں سے بات چیت بھی ہوتی ہے اور میل جول بھی۔ اور یہی وہ سب معاملات ہیں کہ جن کے لیے ایک مخصوص طرزِ زندگی کی ضرورت ہے۔ وہ مخصوص طرزِ زندگی کہ جس کے لیے ہمارے پاس نمونے کے طور پر رسول اکرم ﷺ کی زندگی اور پھر آئمہ ؑ کی زندگی موجود ہے۔ یہ ایک زنجیر کی کڑیوں کی طرح ہے کہ خوراک کے لیے روزگار چاہیے، روزگار کے لیے معاشرے میں نکلنا بھی ہے اور معاشرے میں مرد و عورت کا سامنا بھی ہے۔ بات کرنے میں اخلاق کا دامن بھی تھامنا ہے۔لین دین میں جائز ناجائز کا خیال رکھنا ہے۔ پھر جب کاروبار یا نوکری سے واپسی ہو تو جو بھی دن بھر کی کمائی ہے اس سے جو خوراک خریدنی ہے وہ بھی حلال اور پاک ہو۔ جبکہ باقی بچی ہوئی رقم جہاں خرچ ہو وہ بھی جائز مشاغل اور تفریح میں خرچ ہو۔ معلوم ہوا انسان کے زندگی میں بھٹکنے کے مواقع بہت ہیں مگر یہ بھی یاد رکھنا رکھنا چاہیے کہ اللہ رب العزت نے اپنی ہدایت کے سلسلے میں کی جانے والی ذمہ داری پوری کی ہے۔

(إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ، وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ)۔ [اللیل/ ۱۲-۱۳]

"بے شک ہدایت کی ذمہ داری ہمارے اوپر ہے اور دنیا و آخرت کا اختیار ہمارے ہاتھوں میں ہے"

شیطان انسان کو تین جگہ بہکاسکتا ہے۔ غصہ کی حالت میں، دو افراد کے درمیان فیصلہ کرتے وقت، دو نامحرم جب وہ اکیلے ہوں۔ مرد و زن کے اختلاط کی سب سے بڑی مثال آج کل کے مخلوط تعلیمی نظام میں نظر آتی ہے۔ جو کہ ایک بہت بڑے خطرے کی علامت ہے۔ کیونکہ اسکی لپیٹ میں سارا معاشرہ آچکا ہے۔ مرد وزن کے اختلاط سے مراد صرف یہ نہیں ہے کہ وہ آپس میں ساتھ جڑے بیٹھے ہوں بلکہ میل جول سے مراد ایک دوسرے کے ساتھ آزادی سے ملنا جلنا اور گھومنا پھرنا بھی ہے۔ یہ مسئلہ زیادہ تر تعلیمی اداروں سے ہی جنم لینا شروع کر دیتا ہے۔اب اسلامی ممالک میں بھی (خصوصا پاکستان میں) لڑکے لڑکیوں کے ساتھ پڑھنے کا رواج عام ہے۔ جسکا جواز یہ پیش کیا جاتا ہے کہ اسطرح کی تعلیم سے بچوں میں خود اعتمادی پروان چڑھتی ہے۔ اور جھجھک ختم ہوتی ہے۔ جبکہ اگر ہم تجزیہ کریں تو اسکے زیادہ تر نقصانات ہیں۔ جن میں لڑکے لڑکیوں کی بے راہ روی (بے پردگی اور تعلیم سے ہٹ جانا) ہے۔اگر کسی تعلیمی ادارے میں ایک ساتھ تعلیم دی جاتی بھی ہے تو اسکا ہرگز مطلب یہ نہیں کہ تعلیم ہی چھوڑ چھاڑ کر بیٹھ جایا جائے۔یا جس پیشے اور دفتر میں لڑکے لڑکیاں ایک ساتھ کام کرتے ہوں اس میں نوکری ہی نہ کی جائے۔ (مثلا، ہسپتال، اسکول وغیرہ) ۔ ہرگز یہ وجہ قابلِ قبول نہیں کہ لڑکے لڑکیوں کے ساتھ پڑھنے یا کام کرنے سے خواہشِ نفسانی پر قابو کم ہو جاتا ہے۔اسطرح کے تعلیمی نظام اور پیشے کے لیے ضروری ہے کہ ایک خاص راستے کو اختیار کیا جائے۔

ا) قرآن کا روابط مرد وزن کے بارے میں حکم

یہ راستہ ہمیں قرآن دیکھاتا ہے۔" یعنی مومنیں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں کہ یہی ان کے لیے سب سے زیادہ پاکیزگی ہے۔۔ بیشک اللہ ان چیزوں سے واقف ہے۔جو وہ کرتے ہیں اور مومنات سے کہ دو کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے دیں۔ سوائے اس کے جو از خود ظاہر ہو اور اپنے دوپٹے سے اپنے گریباں کو ڈھانپ کر رکھیں" [النور/ ۳۰-۳۱]

نوکری، تعلیم، کاروبار غرض ہر طرح کے پیشے میں مرد و عورت دونوں ہی کو اپنے لباس، بات کرنے کے انداز، لہجے، الفاظ کے چناؤ، اٹھنے بیٹھنے کے طریقے پر احتیاط برتنی چاہیے۔ ہر حالت میں، عمر کے ہر حصے میں شرعی احکامات کی پابندی واجب ہے۔ مگر اسکا خاص خیال جوانی میں کرنا چاہیے۔ طالب علمی کی زندگی میں اور نوکری یا کاروباری زندگی میں عورت و مرد کا آمنا سامنا قدم قدم پر ہوتا ہے۔ اس وقت جو سب سے بڑی مشکل درپیش ہے وہ نامحرم عورت کا نامحرم مرد کی طرف اور نامحرم مرد کا نامحرم عورت کی طرف نگاہ کرنا ہے۔ نامحرم سے ملاقات کو شیطانی اثر اور گناہِ کبیرہ سے بچانے کے لیے کوشش کی جائے کہ خلوت (تنہائی) میں ملاقات سے بچا جائے۔

۲) روابط مرد و زن احادیثِ معصومین علیہم السلام کی روشنی میں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ روایت میں آیا ہے کہ جو عورت بھی اسلام لاتی تھی تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ اس سے وعدہ لیتے تھے کہ وہ نامحرم مردوں کے ساتھ تنہائی میں نہیں جائے گی۔ اگرچہ اسکی نیت صحیح ہی کیوں نہ ہو۔"مَنْ کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فَلَا بیت فی مَوْقِعَ یسمع نَفْسَ امراۃ لیست لہ بِمَحْرَمٍ" (الحر العاملی، ۱۴۰۹، ج ۲۰، ص ۱۸۵) یعنی جو خدا اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ اسے ایسی جگہ رات نہیں گزارنی چاہیے کہ جہاں نامحرم عورت کے سانس لینے کی آواز سنائی دیتی ہو۔

امام باقر اور امام جعفر صادق علیہم السلام سے مروی ہے کہ "مَا مِنْ احد الا وَھُوَ یصیب حَظّاً مِنَ الزِّنَا فزناء العین النَّظَر وَزِنَّاءَ الْفَمِ القبلہ وَزِنَّاء الیدین اللَّمْسُ" (الحر العاملی، ۱۴۰۹، ج ۱۴، ص ۲۴۶) کوئی ایسا شخص نہیں کہ جو زنا کا شکار نہ ہو پس آنکھوں کا زنا (حرام) نظر ہے۔ منہ کا زنا (حرام) بوسہ ہے۔ ہاتھوں کا زنا (حرام) لمس ہے چاہے شرمگاہ اسکی تصدیق کرے یا تکذیب "النظرۃ سھم مِنْ سھام ابلیس مَنْ ترکھا خَوْفاً مِنَ اللہ آتاہ اللہ ایمانا یجد حلاوتہ فی قلبہ" (مجلسی، ۱۱۰۳، ج ۱۰۴، ص ۳۸) " یعنی " نظر ابلیس کے زہریلے تیروں میں سے ایک ہے۔ اور جس نے بھی کسی اور وجہ سے نہیں فقط خدا کی رضا کی خاطر اسکو ترک کیا خدا اس کو امان اور ایمان عطا کرتا ہے جسکے ذائقہ کو وہ محسوس کرتا ہے" میل جول کے دوران یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ نامحرم کون کون ہیں۔ کیونکہ کچھ آزاد خیال لوگ شرم و حیا کو تنگ نظر اور بے پردگی کو ماڈرن ہونے کا نام دینے والے صرف اجنبی کو ہی " نامحرم " کا نام دیتے ہیں۔ اور یہ بھول جاتے ہیں کہ پردے میں رہ کر عورت نے پہلے سے زیادہ آزادی حاصل کرلی ہے:

(قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ، وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاء بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاء بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُوْلِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاء وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ) [النور/ ۳۰-۳۱]

یعنی مومنات سے کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں اور اپنی عفت کی حفاظت کریں۔ اور اپنی زینت کو کسی پر ظاہر نہ کریں۔ سوائے اپنے شوہر، باپ، دادا، شوہر کے باپ، دادا اپنی اولاد اور اپنے شوہر کی اولاد، اپنے بھائی اور بھائیوں کی اولاد اور بہنوں کی اولاد اور اپنی عورتوں اور اپنے غلاموں اور کنیزوں اور ایسے تابع افراد جن میں عورت کی طرف سے کوئی خواہش نہ ہو۔ اور بچے جو عورتوں کے بدنوں سے واقف ہی نہیں اور عورتیں (چلتے وقت) اپنے پاؤں اس غرض سے (زمیں پر زور سے) نہ ماریں کہ جو زینت چھپائے ہوئے ہیں وہ ظاہر ہو جائے۔ اے مومنوں تم سب کے سب خدا سے توبہ کرو شاید کہ تم اسطرح فلاح پا جاؤ" احتیاط بہتر ہے کے مصداق پر عمل کرتے ہوئے کوشش کرنی چاہیے کہ خلوت میں نامحرم سے اختلاط سے بچا جائے۔ کیونکہ اگلے کی نیت کا عام انسان کو اندازہ نہیں چاہے سامنے والا اپنے آپ کو کتنا بھی متقی اور پرہیزگار ظاہر کرے۔ یا چاہے وہ شادی شدہ ہو۔ کوئی خطا مرد و عورت کی نہ بھی ہو تہمت کسی نہ کسی کے حصے میں آسکتی ہے۔ خواتین کو چاہیے کہ وہ کوئی ایسی صورتِ حال پیدا ہی نہ ہونے دیں کہ جس سے نامحرم سے تنہائی میں

اختلاط ممکن ہو۔لیکن بعض دفعہ ایسی صورتِ حال درپیش آتی ہے مثلاً سوداسلف لانے لے لیے ٹیکسی یا رکشہ میں سفر کرنے والی خواتین کو کوشش کرنی چاہیے کہ دورا کیلے سفر نہ کریں۔کالج/اسکول میں پڑھنے والی طالبات جن کو اگر ٹیوٹر گھر پڑھانے آتے ہوں۔تو کوشش کی جائے کہ گھر کے کسی بڑے کی موجودگی میں پڑھیں۔ کبھی گھر میں اکیلے ہوں اور گھر میں نامحرم مہمان آجائے۔تو کوشش کی جائے کہ کوئی غیر ضروری بات نہ کی جائے۔اور گفتگو کے دوران آواز کو تھوڑا سخت رکھیں کہ سامنے والے کے دل میں تھوڑا سا بھی ٹیڑھا پن پیدا نہ ہو۔

"اگر تمہیں پرہیزگاری دکھانا ہے تو کسی غیر مرد سے نازک اور جذبات بھڑکانے والی آواز سے بات نہ کر۔کہ وہ لوگ جن کے دل کھوٹے ہیں تمہاری خواہش نہ کر بیٹھیں [احزاب/ ۳۲]۔ یہ حکم صرف عورتوں کے لیے ہی نہیں بلکہ مردوں کے لیے بھی یکسر طور پر دیا گیا ہے کہ عورتوں کے ساتھ میل جول میں تنہائی میں احتیاط برتیں اور اسکے لیئے تقویٰ پر کبھی بھی اعتبار نہ کریں۔رسول اکرم ﷺ نے چار چیزوں کو دل مردہ کر دینے والی قرار دیا ہے۔ جن میں سے ایک خواتین سے زیادہ باتیں کرنا ہے۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے بابا سے اور وہ رسول خدا سے ﷺ نقل فرماتے ہیں: "أربع يُمِتْنَ القَلبَ: الذّنبُ عَلى الذّنبِ، وكثرَة مُناقشة النساء- يَعني: مُحادَثتهُنَّ - ومُمَارَاة الأحمَق، تقولُ ويقولُ ولا يَرجَعُ إلى خَير، ومُجالَسَة المَوتَى" یعنی چار چیزیں دل کو مردہ کر دیتی ہیں: -گناہ پہ گناہ کرنا، خواتین سے زیادہ باتیں کرنا، احمق سے بحث کرنا کہ تم کچھ کہو گے اور وہ کچھ کہے گا اور وہ بھلائی کی طرف نہیں آئے گا، مردوں کے پاس بیٹھنا (مجلسی, ۱۱۰۳, ج ۷۳, ص ۳۴۹)۔

" مَنْ صَافَحَ امْرَأَةً حَرَاماً جَاءَ يوْمَ الْقِيامَهِ مَغْلُولَاً- ثُمَّ يؤْمَرُ بِهِ إِلَى النَّارِ ومَنْ فَاكَهَ امْرَأَةً لَا يمْلِكهَا- حُبِسَ بِكلِّ كلِمَهٍ كلَّمَهَا فِى الدُّنْيا أَلْفَ عَامٍ فِى النَّارِ" (الحر العاملی, ۱۴۰۹, ج ۲۰, ص ۱۹۸) "جو شخص ایسی عورت سے مصافحہ کرتا ہے جو اس کے لیے حرام ہو تو وہ قیامت کے دن جکڑا ہوا آئے گا اور پھر اسے جہنم میں ڈالنے کا حکم دے دیا جائے گا۔اور جو شخص کسی ایسی عورت سے مذاق کرتا ہے۔جو کہ اس کی ملکیت نہ ہو خدا اسے اس کے ہر لفظ کے بدلے کہ جو اس نے دنیا میں بولے ہیں ہزار سال قید میں رکھے گا"۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مرد اور خاتون کے ساتھ مصافحہ کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو امام نے فرمایا: "لَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ أَن يُصَافِحَ المَرأَةَ إِلَا امرَأَةً يَحرُمُ عَلَيهِ أَن يَتَزَوَّجَهَا: أُختٌ أَو بِنتٌ أَو عَمَّةٌ أَو خَالَةٌ أَو بِنتُ أُختٍ أَو نَحوُهَا فَأَمَّا المَرأَةُ الَّتِي يَحِلُّ لَهُ أَن يَتَزَوَّجَهَا فَلَا يُصَافِحهَا إِلا مِن وَرَاءِ الثَّوبِ وَلَا يَغمِز كَفَّهَا" (الحر العاملی, ۱۴۰۹, ج ۱۴, ص ۱۵۱) مرد کا خاتون سے مصافحہ کرنا حلال نہیں ہے سوائے اس عورت کے کہ جس کے ساتھ شادی کرنا حرام ہے (جیسے) بہن یا بیٹی یا پھوپھی یا خالہ یا اسطرح کی دوسری رشتہ دار عورتیں اور جہاں تک دوسری عورتوں کا تعلق ہے۔ایسی عورتوں سے فقط کپڑے سے ہاتھ لپیٹ کر مصافحہ کرنا جائز اور چاہیئے کہ عورت کے ہاتھ کو نہ دبائے"۔

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:۔"مَنْ مَلَأَ عَيْنَيْهِ مِنْ حَرَامٍ مَلَأَ اللَّهُ عَيْنَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ النَّارِ إِلَّا أَنْ يَتُوبَ وَيَرْجِعِ" (صدوق, ۱۴۱۳, ج ۴, ص ۱۵) یعنی جس شخص نے کسی ایسی چیز کو نظر بھر کر دیکھا کہ جسکا دیکھنا حرام ہے تو خدا قیامت کے دن اسکی آنکھوں کو آگ سے بھر دے گا سوائے اسکے کہ وہ توبہ کرئے اور اس عمل کو چھوڑ دے"

حضرت امام جعفر علیہ السلام اپنے آباء واجداد سے نقل فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول ﷺ نے: "نَهى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اَنْ تَكَلَّمَ الْمَرْأَةُ عِنْدَ غَيرِ زَوْجِهَا وَغَيرِ ذى مَحْرَمٍ مِنْهَا اَكْثَرَ مِنْ خَمْسِ كَلِمَاتٍ مِمَّا لا بُدَّ لَهَا مِنْهُ" (صدوق، ۱۴۱۳, ج ۴, ص ۳) "یعنی "عورت کے لیے اپنے شوہر اور محرم کے علاوہ کسی سے پانچ الفاظ سے زیادہ بات کرنا ممنوع ہے کہ جس بات کا کرنا ضروری ہو"۔یہ ہو نہیں سکتا کہ مرد و عورت ایک ساتھ کام کرتے ہوں یا پڑھتے ھوں یا کسی بھی قسم کے شعبے سے منسلک ہوں اور بات چیت یا آمنا سامنا نہ ہو۔لہٰذا ان تمام کاموں میں خیال رکھنا چاھیئے کہ کسی بھی صورت شیطانی خیال ذہن میں نہ آئے اور نظریں بھی نیچے رکھی جائیں۔

مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام فرماتے ہیں: "مَنْ غَضَّ طَرْفَهُ اَرَاحَ قَلْبَهُ" (آمدی, ۱۴۰۷, ص ۲۶۰) جس نے آنکھیں جھکا لیں اس نے دل کو سکون بخشا"، "جس نے اپنی آنکھوں کو جھکا لیا اس نے حسرت و افسوس میں کمی کرلی اور اپنے آپکو موت سے بچالیا" (محدث نوری, ۱۴۰۷, ج ۱۴, ص ۲۷۱)

"اَوَّلُ النَّظَرَةِ لَكَ وَالثَّانِيَةُ عَلَيكَ وَلا لَكَ وَالثَّالِثَةُ فِيهَا الهَلاكُ"(صدوق، ۱۴۱۳، ج ۳، ص ۴۷۴) یعنی (بغیر ارادہ پڑنے والی) پہلی نظر تمہارے لیئے جائز ہے دوسری نظر (کا جرم) تمہارے اوپر ہے اور (دوسری) تمہارے لیے جائز نہیں۔ تیسری تمہارے لیے ہلاکت ہے۔

لڑکے لڑکیوں کو چاہیئے کہ وہ تعلیم کے دوران اساتذہ سے بھی احتیاط برتیں اور جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ چاہے نیت ٹھیک بھی ہو پھر بھی مذاق اور مزاح میں احتیاط برتنی چاہیے

ابی بصیر رضوان اللہ علیہ کہ جو آئمہ کے مخلص صحابہ میں سے تھے کہتے ہیں کہ: "کنت أَقرِئُ امراۃ کنت اعلمها القُرآنِ فمازحتها بشیء فَقَدِمْتُ علی ابی جعفر ؑ، فَقَالَ لی: ای شیء قلت للمراۃ؟ فغطیت وجهی، فقَالَ: لَا تَعُودَنَّ الیها" (الحر العاملی، ۱۴۰۹، ج ۲۰، ص ۱۹۸) یعنی میں ایک عورت کو قرآن کی تعلیم دیتا تھا پس ایک دن میں نے اس سے کسی چیز کے بارے میں دریافت کیا اور پھر اسکے بعد جب میں امام ؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام نے مجھ سے فرمایا: تم نے اس عورت سے کیا بات کہی تھی؟ تو میں نے شرمندگی کی وجہ سے منہ کو ڈھانپ لیا پس امام ؑ نے فرمایا: آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کرنا"۔ گھر سے نکلتے وقت یہ بھی خیال کرنا ضروری ہے کہ جو لباس زیب تن کیا اس میں بے پردگی نہ ہو رہی ہو۔ ہر موقع کی مناسبت سے لباس کا پہننا اچھا ہے مگر لباس پہنتے وقت شریعت کی پابندی کرنا ضروری ہے۔ ایسا لباس نہیں پہننا چاہیئے کہ جسکا پہننا اللہ نے حرام قرار دیا ہے عورتوں کے لیے لازم ہے کہ وہ ایسا لباس نہ پہنیں جس سے ان کی جسمانی ساخت اور ڈھانچہ نظر آئے۔ اسی طرح مرد کے لیے ایسا لباس پہننا حرام ہے کہ جو اس کی شرمگاہوں کو نہ چھپائے۔ خواتین کے لئے ضروری ہے کہ ہر ممکن پردے کا خیال رکھیں اور بھڑکتے ہوئے شوخ رنگوں کو نامحرم کے سامنے پہننے سے گریز کریں حدیث میں ہے کہ زوجہ پر شوہر کا یہ حق ہے کہ خوشبو لگائے اچھے کپڑے پہنے۔ بناؤ سنگھار کرے" (تحفۃ العوام مقبول جدید اضافہ، ۱۹۸۰، ص ۳۷۳)

حسب حیثیت و استطاعت حلال مال سے عمدہ کپڑے پہننا اور زینت کرنا سنت ہے۔ اور خداوند عالم کی خوشنودی کا باعث ہے۔ مردوں کو خالص رِیشم اور سونے کا بنا ہوا لباس اور کڑھا ہوا لباس پہننا حرام ہے۔ مگر عورتوں کے لیے جائز ہے اور جو لباس مخصوص مردوں کا ہے۔ وہ عورتوں کے لیے حرام ہے۔

جناب رسالت مآب ﷺ نے ان لوگوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں سے مشابہ ہوں اور ان عورتوں پر بھی لعنت کی ہے جو مردوں کی شبیہ اختیار کریں اور وہ لباس پہننا بھی حرام ہے جو مخصوص کافروں کا ہو۔ سنت ہے کہ لباس سوتی اور سفید ہو۔ (تحفۃ العوام مقبول جدید اضافہ، ۱۹۸۰، ص ۲۸۸) گھر میں پہننے کا لباس اور ہو اور باہر پہننے کا اور ہو پس مرد و زن اگر میل جول میں احتیاط برتیں تو معاشرے میں فحاشی اور بد نظری سے پھیلنے والے کینسر کو روکا جا سکتا ہے

۳) حلال پیشے اور آمدنی کا استعمال

پیشے کو اختیار کرتے وقت ذہن میں اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ جن پیشوں سے اسلام میں ممانعت ہے مثلاً جوا کھیلنا اور اسکا سامان مہیا کرنا، موسیقی کے آلات کی خرید و فروخت، شراب خانے کھولنا، فحاشی گانوں کی کیسٹ یا وڈیو کی فراہمی، سود کا کاروبار وغیرہ، کو اختیار نہ کیا جائے۔

حلال پیشے کو اختیار کریں اور اس سے ملنے والی تمام آمدنی جو بھی حاصل ہو اسکو خوراک پر خرچ کرتے ہوئے خیال رکھیں کہ اس سے مضر صحت چیزیں نہ خریدیں۔ خوراک اور کھانے پینے کے لیے جن بھی چیزوں کا انتخاب کیا جائے۔ وہ انسانی صحت کے عین مطابق ہو۔ پاک صاف اور صحت بخش ہو۔ ڈاکٹر خالد نقوی نے کتاب طبِ نبوی میں لکھا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا" بیماری کا اصل باعث مریض کی قوتِ مدافعت کی کمی ہے" مزید لکھا کہ: اس بارے میں انہوں ﷺ نے متعدد اصول عطا فرمائے۔ جیسے کہ صبح کا ناشتا جلد کرنا۔ رات کا کھانا ضرور کھانا اور اسکے بعد چہل قدمی کرنا۔ گوشت کی معمولی مقدار ضرور کھانا اور اسکے بعد چہل قدمی کرنا۔ سبزیوں کے ساتھ چکنائیوں کی کثرت کو ناپسند فرمایا۔ (خالد نقوی، ۱۹۹۳، ص ۷-۸) قرآن میں ۱۶۰ آیات غذا کے بارے میں نازل ہوئی ہیں قرآن میں ہے کہ انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنی غذا کی طرف توجہ رکھے

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "الْمَعِدَةُ بَيْتُ كُلِّ دَاءٍ وَالْحِمْيَةُ رَأْسُ كُلِّ دَوَاءٍ فَأَعْطِ نَفْسَكَ مَا عَوَّدْتَهَا" (مجلسی، ۱۱۰۳، ج ۵۹، ص ۲۹۰) یعنی معدہ درد و الم اور رنج و غم کا گھر ہے اور پرہیز سب دواؤں کا سردار ہے۔ اور تم اپنے جسم کو وہی کچھ دیا کرو جس کا وہ عادی ہوگیا ہو۔" پورا طب کا قانون رسول ﷺ نے چند الفاظ میں بیان کردیا ڈاکٹروں اور حکیموں سے بچنے کا آسان سا طریقہ بھی۔

امام علی علیہ السلام حضرت امام حسن مجتبی علیہ السلام کو بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: "أَلَا أُعَلِّمُکَ أَرْبَعَ خِصَالٍ تَسْتَغْنِی بِهَا عَنِ الطِّبِّ قَالَ بَلَی قَالَ لَا تَجْلِسْ عَلَی الطَّعَامِ إِلَّا وَأَنْتَ جَائِعٌ وَلَا تَقُمْ عَنِ الطَّعَامِ إِلَّا وَأَنْتَ تَشْتَهِیهِ وَجَوِّدِ الْمَضْغَ وَإِذَا نِمْتَ فَاعْرِضْ نَفْسَکَ عَلَی الْخَلَاءِ فَإِذَا اسْتَعْمَلْتَ هَذَا اسْتَغْنَیْتَ عَنِ الطِّبِّ" (مجلسی، ۱۱۰۳، ج ۵۹، ص ۲۶۷) اے حسن کیا میں تمہیں وہ چار خصائص بتاؤں جو تمہیں طبیب سے مستغنی کردیں۔ امام حسن علیہ السلام نے عرض کی: ہاں بابا فرمایئے فرمایا: جب تک بھوک نہ لگے کھانے پر مت بیٹھو اور جب اشتہا باقی ہے کھانے سے اٹھ جاو۔ کھانا خوب چبا کر کھاؤ۔ اور جب کھا چکو تو کچھ آرام کرلو۔ جب تم اس پر عمل کروگے تو طبیب سے مستغنی ہو جاؤگے۔

۴) اسراف اور قناعت، قرآن واحادیث کی روشنی میں

اپنی رزقِ حلال کی کمائی خرچ کرتے ہوئے یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ کسی بھی کام مین نہ ہی اسراف ہو نہ ہی کنجوسی، بلکہ قناعت کے ساتھ خرچ کیا جائے۔ کھانے پینے، لباس، معاشرت و محبت و دنیاوی عشق و بخشش وانفاق میں زیادہ روی کرنا اسراف کے مصادیق میں سے ہے۔ اور اسراف کی قرآن و حدیث میں بے حد مذمت ہے (وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ) [اعراف/ ۳۱] کھاؤ، پیو مگر اسراف نہ کرو کہ خدا اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص اپنی ضروریات زندگی پر قناعت کرے تو اس کے لیے تھوڑی سی دنیا بھی کافی ہوگی اور جو اپنی ضروریات پر قناعت نہیں کرتا تو دنیا کی کوئی چیز اسکی کفایت نہیں کرے گی (پندِ تاریخ، ۲۰۰۰، ج ۳، ص ۱۳۱) اسراف کرنے والا، فضول خرچی کرنے والا اور اپنے مال و دولت کو تباہ کرنے والا قرآن مجید کی نظر میں اسراف کرنے والا ہے۔ اور اسراف کرنے والے شیطان کے بھائی ہوتے ہیں (إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا) [اسراء/ ۲۷] اسراف کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں۔ اور شیطان تو اپنے پروردگار کا بہت بڑا انکار کرنے والا ہے: "اِنَّ مِنَ السَّرَفِ اَن تَاکُلَ کُلَّ ما اشتَهَیت" (ورام بن ابی فراس، ۱۳۷۶، ج ۲، ص ۲۲۹) جس چیز کو دل چاہے اس کا کھانا اسراف ہے فضل ابن قرۃ کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: جانتے ہو کہ کنجوس کون ہے"؟ میں نے عرض کیا: بخیل ہی کنجوس ہوتا ہے"۔ آپ علیہ السلام نے فامایا: نہیں کنجوس کا درجہ بخل سے زیادہ ہے۔ کیونکہ بخیل تو صرف اس چیز کا ہوتا ہے جو اس کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ جبکہ کنجوس اس مال کا بھی بخل کرتا ہے جو اسکی ملکیت ہوتا ہے۔ اور اپنے مال کے علاوہ دوسروں کے مال کے لیے بھی بخل کرتا ہے۔ اسکی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کے ہاتھوں میں جو کچھ بھی دیکھتا ہے تو وہ تمنا کرتا ہے کہ وہ اسکے پاس بھی ہو چاہے حلال سے آئے یا حرام سے۔ اور اللہ کے عطا کردہ رزق پر قناعت نہیں کرتا۔ (پندِ تاریخ، ۲۰۰۰، ج ۴، ص ۱۰۰-۱۰۲) علاء بن زیاد نے اپنے بھائی عاصم بن زیاد کی شکایت کی کہ وہ رہبانیت کی طرف مائل ہوگیا ہے۔ اور ترکِ دنیا کرچکا ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ "اسے میرے سامنے پیش کیا جائے" جب عاصم آپ علیہ السلام کے سامنے پیش ہوا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: اپنی جان کے دشمن، تجھے شیطان نے گمراہ کیا ہے۔ تجھے اپنے بیوی بچوں پر رحم نہیں آتا اور تو نے یہ سمجھ لیا کہ اللہ نے جو چیزیں حلال وطیب بنائی ہیں اگر تو اس سے استفادہ کرے گا تو خدا کو ناگوار گزرے گا۔ عاصم نے کہا کہ تو پھر آپ علیہ السلام نے موٹا لباس کیوں پہنا ہوا ہے اور ہمیشہ سادہ اور غیر لذیذ غذا کیوں کھاتے ہیں؟" امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا" میں تجھ جیسا نہیں ہوں اللہ نے حقیقی رہنماؤں کے لیے لازم قرار دیا ہے کہ وہ تنگ دست افراد کی

سی زندگی بسر کریں تاکہ ان کے فقر و فاقہ دیکھ کر غریب لوگوں کو تسلی مل سکے (پندتاریخ، ۲۰۰۰، ج ۳، ص ۲۲۵) -اور یہی سبق اسلام اور قرآن ہمیں دیتا ہے کہ اسلام نہ تو ہمارے لیے پر تعیش زندگی کو پسند کرتا ہے نہ ہی رہبانیت کی خشک زندگی کو پسند کرتا ہے۔ "اور خبردار جو لوگ خدا کے دیئے ہوئے مال میں سے بخل کرتے ہیں -ان کے بارے میں یہ نہ سوچنا کہ اس بخل میں کچھ بھلائی ہے-یہ بہت برا ہے اور عنقریب جس مال میں بخل کیا ہے وہ روزِ قیامت ان کی گردن میں طوق بنادیا جائے گا-اور اللہ ہی کے لیے زمین وآسمان کی ملکیت ہے-اور وہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔" (آلِ عمران/ ۱۸۰) قناعت اور میانہ روی کا حکم ہر امام اور نبی نے دیا کہ نہ ہی کنجوسی کی جائے نہ ہی بے حد سخاوت۔ جو خود اپنے لیے پسند کریں وہی دوسروں کے لیے -حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں: "إنَّ لِلسَّخاءِ مِقْدَاراً فَإِن زَادَ عَلَيْهِ فَهُوَ سَرَفٌ" (مجلسی، ۱۱۰۳، ج ۷۵، ص ۳۷۷) سخاوت کی بھی ایک حد ہے-انسان اس حد سے گزر جائے تو اسراف ہے"امام علی علیہ السلام نے فرمایا "وَيْحَ المُسْرِفُ مَا أَبعدَهُ عَنْ صَلاحِ نَفْسِهِ وَاسْتِدراكِ أَمْرِهِ" (محدث نوری، ۱۴۰۷، ج ۶، ص ۲۶۶) افسوس ہے اسراف کرنے والے پر-کہ وہ اپنے نفس کی اصلاح کرنے اور اپنی زندگی کو درک کرنے سے کس قدر دور ہے۔

حدیث میں اسراف کرنے والے کی تین نشانیاں ہیں: "لِلْمُسْرِفِ ثَلَاثُ عَلَامَاتٍ يَأْكُلُ مَا لَيْسَ لَهُ وَيَلْبَسُ مَا لَيْسَ لَهُ وَيَشْتَرِي مَا لَيْسَ لَهُ" (الحر العاملی، ۱۴۰۹، ج ۱۷، ص ۶۵) اسراف کرنے والے کی تین نشانیاں ہیں۔ ایسی چیزیں خریدتا ہے، پہنتا ہے اور کھاتا ہے جو اسکی شان کے مطابق نہیں ہے

۵) قیلولہ سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ ہے

قیلولہ یعنی نماز ظہر سے پہلے آرام کرنا سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ ہے اور اسلامی ثقاوت و روایات کا نتیجہ بھی ہے۔ لیکن موجودہ دور میں مصروف زندگی کی وجہ سے دن کا آرام کرنے کی عادت ختم ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر حلیم شیخ ماہانہ طاھرہ جریدہ میں خود شناسی کے عنوان میں نیند اور قیلولہ کی افادیت بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سائنس کی تحقیق کے مطابق دن میں ہلکی نیند (یعنی قیلولہ) صحت کے لئے مفید ہے۔ خدا سورۃ نباء کی آیت ۹ میں فرماتا ہے: "اور نیند کو آرام کا سامان قرار دیا"۔ دوسری طرف رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے ذریعے یہ پیغام بھی پہنچایا کہ خدا کے دشمن ہیں وہ لوگ جو زیادہ سوتے اور کھاتے ہیں (حدیث عروج السعادۃ)

۶) مشاغل اور کھیل و تفریح

تم اپنی خواہشات پر قابو رکھو اور جو مشاغل تمہارے لئے حلال نہیں ہیں، ان میں صرف نہ کرو، کیونکہ نفس کے ساتھ بخل کرنا ہی اس کے حق کو ادا کرنا، چاہے وہ خود اسے پسند کرے یا ناپسند (سفینہ نجات موضوعاتی نہج البلاغہ، ۳۵۹) فارغ وقت (جو کہ انسان کو ٹیکنالوجی کے باوجود اس دنیا میں ملتا ہی نہیں) میں آج کل کے نوجوانوں کا سب سے پسندیدہ مشغلہ موویز، ٹی وی پروگرامز، میوزک، ورزش، انڈور اینڈ آؤٹ ڈور گیمز انٹرنیٹ چیٹنگ وغیرہ ہے۔ صرف فارغ اوقات ہی نہیں بلکہ ہر قسم کے کاموں کو سرانجام دیتے وقت میوزک کا سننا لازمی جز بن گیا ہے۔

۱. موسیقی کا استعمال

علمی اصطلاح میں میوزک (موسیقی) کی دو اقسام ہیں

۱. متحرک

۲. غیر متحرک

متحرک انسان کو اللہ کی یاد سے دور کرتی ہے۔ جبکہ غیر متحرک انسان کو اللہ کی یاد سے قریب کرتی ہے۔ متحرک موسیقی کا نقصان جہاں اللہ کی یاد سے غفلت ہے وہیں اسکا سب سے بڑا نقصان جو سائنس بتاتی ہے وہ بلند فشارِ خون ہے۔سائنس کی تحقیق کے مطابق جو لوگ میوزیشن ہوتے ہیں انکی عمر اوسط ۴۵ سال سے زیادہ نہیں ہوتی۔اور اسکی وجہ تیز آواز کی موسیقی سننا اور آلاتِ موسیقی کا بجانا اور اسکی آواز کے شور سے دل کی بیماری کا ہونا ہے۔ غیر متحرک موسیقی کا تعلق اس قسم سے ہے جو قدرت میں بھی موجود ہے۔ مثلا: پانی کے ابھرنے کی آواز (آبشار اور سمندر کی لہریں) چڑیوں کے چہچہانے کی آواز وغیرہ ان سے انسان قدرت کے قریب ہو جاتا ہے۔

"قرآن مجید کی آیات اور پیغمبر کی احادیث کی رو سے گانا بجانا قطعاً حرام ہے۔ حضرت امام جعفر صادق ؑ فرماتے ہیں کہ جس گھر میں گانا ہوتا ہے گھر نہ دردناک بلاؤں سے محفوظ رہتا ہے نہ دعا قبول ہوتی ہے۔ اور نہ رحمت کے فرشتے وہاں نازل ہوتے ہیں ایک حدیث میں ہے کی گانے والی عورت ملعونہ ہے۔اور اسکی کمائی کھانے والا ملعون ہے۔ جناب رسالت مآب ﷺ فرماتے ہیں کہ گانا زنا کا پیش خیمہ ہے حضرت امام محمد باقر ؑ فرماتے ہیں کہ گانا ان برائیوں میں سے ہے کہ جن کے لئے خداوند عالم نے جہنم کا وعدہ کیا ہے۔ حضرت صادق آلِ محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ گانا بجانا زنا سے بدتر ہے۔
(تحفہ العوام مقبول جدید مع اضافہ، ۱۹۸۰، ص ۲۵۲۔۲۵۷)

ماہانہ طاھرہ رسالہ میں ڈاکٹر علیم شیخ لکھتے ہیں: شاید ہی ٹی وی کا کوئی پراگرام ہو جس کو موسیقی اور غنا سے نہ سجایا جاتا ہو۔ شیطانی موسیقی، حیوانی اچھل کود ہمیں یہ بتائیں کہ انسان کو کیا بنایا گیا تھا اور وہ اپنے آپ کو کیا بنانے پر تلا ہے۔ موبائل، صابن، چائے کی پتی، دودھ غرض یہ کہ کوئی بھی پروڈکٹ اب موسیقی کے بغیر اب بکتی نہیں۔ڈراموں میں گانوں کا استعمال فلم کی چھاپ لگانے کی ناکام کوشش ہوتی ہے۔ مذہبی ٹاک شوز تک میں لہو ولعب سے بھرپور غنا (نعتوں کی صورت میں) مظاہرہ علماء کے درمیان ہو رہا ہے۔ اور ان خود ساختہ ملاؤں نے دم سادھ لیا ہوتا ہے جیسے کچھ کہا تو بجلی گر جائیگی۔ امام جعفر صادق ؑ فرماتے ہیں کہ: غنا کا سننا دل میں اس طرح نفاق پیدا کرتا ہے جیسے پانی سبزہ اگاتا ہے (کافی) امیر المومنین ؑ فرماتے ہیں کہ: زیادہ غنا کا سننا نفاق اور تنگدستی پیدا کرتی ہے۔ (مستدرک باب ۷۸) رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ راگ گانے والا قبر سے اسطرح اٹھے گا کہ اندھا، بہرا اور گونگا ہوگا اور انہی علامتوں سے پہچانا جائے گا۔ (جامع الاخبار)" (علیم شیخ، ۲۰۱۱، ص ۲۱)

ارشادِ رب العزت ہے کہ: (وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ) [لقمان/ ٦] تفسیر مجمع البیان میں اس کا شانِ نزول یہ لکھا ہے کہ نضر بن حارث بن علقمہ بن کلدہ بن عبدالدار بن قصی بن کلاب کی ایران میں تجارتی آمد و رفت تھی۔ پس وہ ایرانیوں سے باتیں سن کر واپس عربوں کو سناتا اور کہتا تھا کہ محمد تم کو عاد و ثمود کے واقعات سناتا ہے اور میں تم کو رستم اور اسفندیار ولی کی کہانیاں سناتا ہوں۔ پس قریش لوگ اسکی باتوں میں الجھ کر قرآنِ کریم کی سماعت سے رک جاتے تھے۔ پس آیت اسکے حق میں اتری اور لھو الحدیث سے مراد اسکے ایران سے حاصل کیے ہوئے قصے ہیں۔آلِ محمد ﷺ سے بکثرت بلکہ سجدِ تواتر روایات وارد ہیں کہ لھوالحدیث سے مراد غنا ہے۔اور اس جگہ عام معنی مراد لینا بہتر ہے۔یعنی لھوالحدیث میں ہر وہ چیز داخل ہے جو اطاعتِ الٰہی سے روکے پس آلات۔ لہو و لعب کا استعمال جوا بازی، کھیل تماشہ، غناء وغیرہ سب اس میں داخل ہیں۔ تفسیر مجمع البیان میں آپ ؑ سے منقول ہے کہ جسکے کان غنا سننے کے عادی ہوں گے وہ قیامت کے دن اہلِ جنت کے قاریوں کی آواز سننے پر توفیق نہ پائے گا
(حسین بخش جاڑا، ۱۹۹۱، ج ۱۱، ص ۱۳۴-۱۳۵)

۲. ٹی وی پروگرامز مارننگ شوز

مشاغل اور تفریح کے طور پر ۲. ٹی وی پروگرامز مارننگ شوز (خصوصا عورتوں میں) ڈرامے وغیرہ دیکھنا عام ہے۔اکثر جواز یہ پیش کیا جاتا ہے کہ ڈرامے اور مارننگ شوز سے مثبت پیغامات بھی ملتے ہیں۔ ٹی وی ڈراموں میں معاشرے کی عکاسی کرتی ہوئی کہانیوں کے نام پر ادا کار اور اداکارائیں قیمتی لباس زیب تن کیے ، بہترین فرنیچر گھر اور اس کی آرائش دیکھنے والوں کے اندر احساسِ محرومی کو مزید ابھارتے ہیں۔ اگر اس طرح کے ماحول کے ساتھ اس ڈرامے کے میں کوئی مثبت پیغام مل بھی رہا ہو تو وہ اسطرح سے پیش کیا جاتا ہے کہ دیکھنے والا سمجھ کر بھی اکثر سمجھ نہیں پاتا۔اور یوں انسان کی قیمتی زندگی کا ایک قیمتی دن ضایع ہو جاتا ہے۔اور جب انسان خود ہی بگڑنے کی ٹھان لے لیتا ہے تو ضروری نہیں کہ وہ ڈرامے دیکھ کر ہی بگڑے بلکہ کھانے پکانے کے مختلف پروگرامز، مارننگ شوز ہی رہی سہی کسر پوری کر دیتے ہیں۔ اور پھر بگڑنے کے لیئے صرف اندھے پن کی ضرورت ہوتی ہے۔ "اور جو شخص بھی اللہ کے ذکر سے اندھا ہو جائے گا ہم اسکے لئے ایک شیطان مقرر کردیں گے۔ جو اسکا ساتھی اور ہم نشین ہوگا" (زخرف/ ۳۶) غنا حرام ہے لہٰذا گانے اور موسیقی سننا کی صورت جائز نہیں۔ ٹی وی پراگرامز میں بے حجابی، فحاشی، غنا اور گانے کا بے جا استعمال ہے۔ ان کو دیکھا نہیں جاسکتا۔ اگر ان گانوں کی طرزوں پر قصیدے، نعت، نوحے اور مرثیے ہیں تو وہ بھی جائز ہیں

۳.انٹرنیٹ چیٹنگ

امور تین طرح کے ہوتے ہیں۔ا.حلال ۲. حرام ۳. اور ایک وہ کہ جن کو سرانجام دے کے انسان حرام کی طرف بڑھے جن کے بارے میں شبہ ہو کہ کہیں وہ ہمیں حرام کی طرف نہ لے جائیں۔ یعنی وہ حرام اور حلال کی باڈر لائن پر ہوں۔ یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ شیطان کبھی بھی حرام کام کرواتا نہیں ہے بلکہ حرام کے قریب لے جا کر چھوڑ دیتا ہے۔اور انسان خود بخود انکی طرف بڑھتا ہے۔ کیونکہ وہ ان کاموں کا عادی ہو چکا ہوتا ہے۔ لہٰذا آہستہ آہستہ حلال وحرام کی تمیز ختم ہوجاتی ہے۔ تو کوشش کی جائے کہ وہ کام ہی نہ کریں یا انکی طرف بڑھا ہی نہ جائے کہ جن کو سرانجام دے کر حرام کی طرف جانے کا امکان ہو۔ انٹرینٹ چیٹنگ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ ایک ایسی عادت ہے کہ جو انسان کو پہلے جاننے والوں، پھر دوست احباب اور پھر نامحرموں سے بات چیت (چیٹینگ) کرنے پر انسان کا قدم بڑھاتا ہے۔ اور نامحرموں سے بات چیت کرنے کی ممانعت اسلام میں کتنی ہے اور اسکے کیا احکامات ہیں اسکا تذکرہ اختلاط مردوزن میں ہو چکا ہے۔

۴. میل جول میں حسد، غیبت اور ریاکاری کا رواج

مشاغل میں ہی لوگوں کا ایک اور کام دوست احباب سے ملنا جلنا ہے۔ ملنے جلنے پر اسلام کی کوئی پابندی نہیں۔ لیکن عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ دو لوگوں کا آپس میں بات چیت کرتے وقت تیسرے کی برائیاں کرنا عام ہے۔ کسی سے حسد کا اظہار کرنے کے لیے جو کچھ اس میں نہ بھی ہو وہ بھی اسکے بارے میں کہہ دیا جاتا ہے۔ حسد کرنے سے دو طریقوں سے بچا جاسکتا ہے۔ پہلا اپنی صفات کو چھپا کر۔ دوسرا دوسروں کی برائی اگر کسی محفل میں ہو رہی ہو تو موضوع کو بدل دیں۔ کوشش کرنی چاہیے کہ اپنے آپکو حسد کرنے سے بچایا جائے۔ اور ساتھ ہی اپنے حاسدوں کو بھی کم کیا جائے۔ اسطرح کہ جسطرح ہم اپنی صفات کو چھپاتے ہیں اسیطرح سے اپنی کامیابیوں کو بھی چھپائیں۔ اسکے دو فائدے ہیں۔ ایک تو حاسدوں سے بچیں گے اور دوسرا ریاکاری اور خود نمائی سے بھی۔ حضرت امام علی علیہ السلام کا قول ہے "اپنی حاجات کی برآوری کو چھپانے سے کام لیا کرو کیونکہ ہر صاحبِ نعمت کے ساتھ حسد کیا جاتا ہے (ابن ابی الحدید، ۲۰۰۸، ج ا، ص ۳۱۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام حسد نہ کرنے والے کی قدر و منزلت کے بارے میں فرناتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے مناجات اور گفتگو میں مشغول تھے۔ اچانک ایک شخص کو اللہ تعالیٰ کے عرش کے زیرِ سایہ دیکھا تو خدا سے پوچھا پروردگار یہ کون شخص ہے جس پر تیرے عرش نے سایہ کیا ہوا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے موسیٰ! یہ وہ شخص ہے جو لوگوں کے ساتھ خدا کے عطا کردہ فضل پر حسد نہیں کرتا" (امام جعفر صادق علیہ السلام : مجلسی، ۱۱۰۳، ج ۷۳، ص ۳۵۵)

۵. ناجائز مزاح اور جھوٹ

حسد، غیبت، چغلی کے علاوہ (چیٹنگ) بات چیت چاہے براہِ راست ہو یا موبائل فون پر یا انٹرنیٹ کے زریعے بات چیت میں بے ہودہ گوئی، ناجائز مزاح، جھوٹ (چاہے مزاح میں ہی کیوں نہ ہو) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اپنی خواہشات سے ایسے بچو جیسا کہ تم اپنے دشمنوں سے بچتے ہو۔ کیونکہ خواہشات کی اتباع اور بے ہودہ گوئی سے بڑھ کر کوئی کسی کا دشمن نہیں۔ (پندِ تاریخ, ۲۰۰۰, ج۲, ص ۲۵۴)

امام علی علیہ السلام نے فرمایا: انسان اس وقت تک ایمان کا مزہ چکھ نہیں سکتا جب تک وہ جھوٹ نہ چھوڑے خواہ وہ ہنسی مذاق میں ہو یا جان بوجھ کر ہو۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا جھوٹ کسی طور بھی زیبا نہیں نہ جان بوجھ کر نہ ہنسی مذاق میں اور کبھی بھی اپنے بچوں سے وعدہ خلافی کر کے وعدہ خلافی نہ کرنا۔ جھوٹ برائی کی راہ دکھاتا ہے۔ اور برائی دوزخ کی راہ دکھاتی ہے" (پندِ تاریخ, ۲۰۰۰, ج۱, ص ۲۴۵) ایسا نہیں ہے کہ اسلام نے مزاح و مزاق سے ہی منع کر دیا ہو بلکہ مزاح و مذاق میں بھی اس بات کا خیال رہے کہ تہذیب و اخلاق کا دامن نہ چھوٹے۔ خود مولائے کائنات نے اس کا حکم دیا ہے۔ "إِنَّ هَذِهِ الْقُلُوبَ تَمَلُّ كَمَا تَمَلُّ الْأَبْدَانُ فَابْتَغُوا لَهَا طَرَائِفَ الْحِكْمَةِ" (نہج البلاغہ, ۱۹۶۶, ح ۹۱)

۶. ورزش اور آوٹ ڈور گیمز

نوجوان لڑکوں کا عام طور پر مشغلہ ورزش اور آوٹ ڈور گیمز بھی ہیں۔ قوت، مقابلے اور دفاع کو ابھارنا اور طبعی طاقت کا بڑھانا ورزش اور کھیل کا حقیقی مقصد ہے۔ ورزش کے ذریعے زجسمانی صحت کو برقرار رکھا جاتا ہے۔ صحت مند جسم میں صحت مند عقل ہوتی ہے۔ کھیل کے لیے بھی یہ دیہان میں رکھنا چاہیے کہ ان کھیلوں سے گریز کیا جائے جو کہ جائز نہیں مثلاً جوا۔ اور وہ جن کے لیے زیادہ وقت درکار ہو اور انسان کو تھکاوٹ زیادہ ہو۔ مثلاً کرکٹ۔ کیونکہ کھیل کا اصل مقصد اپنے آپ کو ذہنی اور جسمانی طور پر تروتازہ کرنا ہے۔

۷. موسیقی اور ٹی وی پروگرامز کا متبادل

سوال یہ ہے کہ متبادل راستہ کیا ہے۔ اگر یہ نہ سنیں تو کیا سنیں؟ اسکا ذکر اگرچہ کہ پہلے ہو چکا ہے کہ آپ وہ مشاغل اپنائیں کہ جن کا شخصیت پر مثبت اثر پڑے۔ ایک عام مشاہدہ ہے کہ موسیقی کو سننے والے بہت سے عادی افراد بھی محرم الحرام اور رمضان المبارک کے مہینے میں بھی احترام چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر یہ لوگ اس دوران اس سے بچ سکتے ہیں تو باقی دن بھی چاہیں تو نفس کو قابو میں رکھ سکتے ہیں۔ متبادل راستے میں دعائے توسل، حدیثِ کساء، دعائے کمیل، اور دیگر دعائیں اور مرثیے شامل ہیں۔ جن سے مثبت پیغامات کا ملنا یقینی ہے۔ یہ ایک لازمی بات ہے کہ جو ایک، دو یا چار گھنٹے ہم موسیقی کو سننے میں لگاتے ہیں اس سے کوئی اچھا سبق ہمیں ملے یا نہ ملے لیکن ان دعاؤں کو سن کر انسان کا قدم یقیناً نیک اعمال کو کرنے کے لیئے بڑھے گا۔ مثال کے طور پر دعائے کمیل کو خضوع قلب کے ساتھ پڑھتے ہوئے جب اس عبارت تک پہنچیں گے کہ "اے سب سے پہلے راضی ہو جانے والے" اور اللہ سے اپنے کیے ہوئے گناہوں کی معافی مانگنے کے بعد یہ نہیں ہو سکتا کہ ان کاموں سے پرہیز نہ کیا جائے کہ جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔

گھر بیٹھ کر تفریح کا ایک اور بہترین بلکہ معروف و روحانی انداز سے ہیں۔ اور مووِیز سے مراد اسلامی مووِیز ہیں۔ جو لوگ کتابوں کا ذوق نہیں رکھتے ان کو مووِیز کے ذریعے بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے۔ اور یہی طریقہ بچوں کی تفریح اور مشغلے کے طور پر بھی مفید ہے۔ لیکن ایک زیادتی جو ہم کر جاتے ہیں اسلامی مووِیز اور دوسرے پروگرامز کے ساتھ کہ ہم ایک ہی ساتھ ان کو دیکھنے لگتے ہیں۔ مثلاً امام علی علیہ السلام کی کل ۲۱ قسطیں ہیں اور ہم اگر دیکھنا شروع کرتے ہیں تو دیکھتے ہی چلے جاتے ہیں۔ اسطرح سے وہ جلد ختم ہو جاتی ہے۔ پھر سوال ہوتا ہے کہ اب کیا دیکھیں؟ اس طرح کی مووِیز کو دیکھتے ہوئے اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ہم اتنا دیکھیں کہ ہماری تشنگی دور ہو جائے۔

نتیجہ

اللہ رب العزت نے اس بیکراں کائنات میں انسان کو تنہا نہیں چھوڑا بلکہ اس کی رہنمائی کی ذمہ داری خود لی۔ قدم قدم پر زمانے کے لحاظ سے انسان کی ہدایت کا انتظام کیا۔ نبی ﷺ کو ہر زمانے کے لیئے نمونہ بنایا۔ آپ ﷺ کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے ہی یہ معاشرہ مثالی بن سکتا ہے۔ اگر انسان قرآن و سیرتِ نبوی ﷺ کو سامنے رکھتے ہوئے زندگی بسر نہ کرے تو اس کا اثر ذاتی زندگی پر ہی نہیں معاشرتی اور عائلی زندگی پر پڑتا ہے۔ کیونکہ انسان کو گناہ و ثواب کی فکر نہیں رہتی۔ پانی کا قطرہ سخت پتھر پر بار بار گرنے سے سوراخ بنا دیتا ہے۔ گناہوں کی مثال بھی ایسی ہی ہے۔ بظاہر چھوٹی نظر آنے والی حرام سرگرمیاں اور جھوٹ آہستہ آہستہ انسان کو ناجائز کاروبار تفریح اور کھیلوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہ معاملہ بھی زنجیر کی کڑیوں کی طرح ہوتا ہے۔ کہ انسان ایک کے بعد دوسرا گناہ اور پھر تیسرا گناہ کرتا چلا جاتا ہے۔ جسکا ذکر تحقیق کے شروع میں بھی کیا گیا تھا۔ لیکن گناہ کی طرف بڑھتے ہوئے یہ کڑیاں آخر سے شروع کی طرف جاتی ہیں۔ ناجائز مشاغل اور بے ہودہ تفریحات کے زریعے پہلے بہکاتی ہیں۔ پھر ان تفریحات کے خرچے پورے کرنے کے لیئے (جو کہ حلال کی کمائی سے پورے ہو نہیں سکتے) ناجائز اور حرام کمائی و کاروبار کی طرف لے جاتی ہیں۔ لین دین، کھانا پینا، اوڑھنا پہننا، رہن سہن تمام تر چیزیں حرام زریعے سے آئی ہوئی کمائی سے پوری ہوتی ہیں۔ تو نہ مرد و زن کا اختلاط کے وقت کسی قسم کا لحاظ باقی رہتا ہے نہ ہی کسی اور شرعی حد کا۔ اور یہ کسی اور یا پھر کئی بڑے گناہ کا سبب بنتا ہے۔ جسکی لپیٹ میں صرف وہ اکیلا فرد ہی نہیں پورا معاشرہ آ جاتا ہے۔

اسکول و کالج میں اسلامک اسٹڈیز کا مضمون پڑھایا جاتا ہے۔ اس میں کوشش کرنی چاہیے کہ عملی میدان میں ذاتی زندگی گزارنے کے طریقے بیان کیے جائیں۔ یونیورسٹی کے طلباء و طالبات کے لیے سیمینارز منعقد کروائے جائیں۔ جس میں آئمہ کی تعلیم دی گئی زندگی کے عملی فوائد بھی بیان کیے جائیں۔ سیرتِ نبوی ﷺ اور اسلامی تاریخ کے واقعات کو فلمی کی صورت میں پیش کیا جائے تا کہ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ استفادہ حاصل کیا جا سکے۔

منابع وماخذ

١. **قرآن کریم**

٢. **نہج البلاغہ**, (١٩٦٦)، شریف الرضی، پبلیشر امامیہ۔

٣. الآمدی التمیمی, عبدالواحد, (١٤٠٧), **غرر الحکم و درر الکلم**, مجموعة من کلمات و حکم الأمام علی علیہ السلام , بیروت: پبلیشر مؤسسة الأعلمی۔

٤. الحر العاملی, (١٤٠٩), **وسائل الشیعہ**, قم: پبلیشر آل البیت علیہم السلام لِاحیاء التراث۔

٥. ابنِ ابی الحدید, (٢٠٠٨), **شرح نہج البلاغہ**, بیروت: پبلیشر دار احیاء التراث العربی۔

٦. **تحفہ العوام مقبول جدید مع اضافہ**, (١٩٨٠), لاہور: پبلیشر افتخار بک ڈپو۔

٧. ترجمہ خالد نقوی, (١٩٩٣), **طب النبوی**۔

٨. **پندِ تاریخ**, (٢٠٠٠)۔

٩. حسین بخش جاڑا, (١٩٩١), **تفسیرِ انوار النجف فی اسرار المصحف**, پیشاور: پبلیشر مکتبة انوار النجف۔

١٠. شیخ صدوق, (١٤١٣), **من لایحضرہ الفقیہ**، قم: پبلیشر دفتر انتشارات اسلامی۔

١١. علامہ مجلسی, (١١٠٣), **بحار الانوار**, قم: پبلیشر دار الکتب الِاسلامیہ۔

١٢. علیم شیخ, موضوع خود شناسی, **ماھانہ طاھرہ رسالہ**: جون ٢٠١١۔

١٣. محدث نوری, (١٤٠٧), **مستدرک الوسائل**, قم: پبلیشر موسسہ آل البیت علیہم السلام۔

١٤. ورام بن ابی فراس, (١٣٧٦), **مجموعہ ورّام؛ تنبیہ الخواطر و نزہة النواظر**, قم: پبلیشر مکتبة الطباطبائی۔